# نماز تراویح ۔فضائل واحکام

مولانا محمد مجیب الدین قاسمی *

mujeebuddin2012@gmail.com

حق سبحانہ وتعالیٰ کے فضل وکرم سے وہ مبارک مہینہ (رمضان المبارک) شروع ہوگیا ہے جس کی آمد کا ہر ایک مشتاق ومنتظر رہتا ہے، کئی مہینوں پہلے سے اس کی تیاری اور اپنے آپ کو اس کے لیے مستعد بنائے رکھتا ہے اور ایسا کیوں نہ ہو جب کہ اس ماہِ مبارک کے جلو میں بے پناہ رحمتیں، برکتیں، مغفرتیں اور سعادتیں ودیعت کی گئی ہیں، اس ماہ کی عبادتیں اور ریاضتیں انسان کو بالکل پاک وصاف اور شفاف بنا کر مانند طفل نومولود کر دیتی ہیں، نیز اس ماہ کی عبادات سے متعلق آنحضرت ﷺ کے یہ مبارک اور حوصلہ افزا ارشادات موجود ہیں، جو ہر بندۂ مومن کو دعوت عبادت دیتے ہیں، آپ ﷺ کا ارشاد ہے ''جس نے ایمان ونیک نیتی سے رمضان المبارک کے روزے رکھے اس کے پچھلے سب (صغیرہ) گناہ معاف ہوجائیں گے اور جس نے ایمان اور طلب ثواب کی نیت سے شب قدر میں قیام کیا اس کے سابقہ سب (صغیرہ) گناہ معاف ہوجائیں گے''۔ (متفق علیہ بحوالہ مشکوٰۃ:۱۷۳)

اس لیے ہر مسلمان دل وجان سے کوشش کرتا ہے کہ حسن صیام وقیام اور کثرت تلاوت وعبادت کے ذریعہ اپنے لیے ذخیرۂ آخرت کرے تاکہ کفارہ سیئات ہونے کے علاوہ حق تعالیٰ کی خاص رحمتوں ومغفرتوں کا باعث ہوسکے۔

**تراویح کی تعریف** : تراویح لغت میں ''ترویحۃ'' کی جمع ہے جو دراصل مصدر ہے جس کے معنیٰ استراحت یعنی آرام کرنے کے ہیں، چونکہ تراویح میں ہر چار رکعت کے بعد کچھ دیر توقف کیا جاتا ہے اس لیے اس کو تراویح کہتے ہیں۔ (بحرالرائق ۲/۶۶) اصطلاح میں تراویح وہ نماز ہے جو ماہ رمضان المبارک کی راتوں میں عشاء کی نماز بعد اول وقت میں باجماعت پڑھی جاتی ہے، اکثر علماء اس بات پر متفق ہیں کہ تراویح کے مسنون ہونے پر اہل سنت والجماعت کا اجماع ہے، رمضان المبارک کا چاند دیکھ کر تراویح شروع کرنا اور شوال المکرّم کا چاند دیکھ کر تراویح ختم کرنا یہ بھی مجمع علیہ ہے، تراویح میں ایک مرتبہ پورے قرآن پاک کا ترتیب وار مکمل کرنا اور مکمل ماہ رمضان المبارک میں تراویح پڑھنا دونوں مستقل سنت ہیں، البتہ کسی عذر شرعی کی بناء پر قرآن مکمل نہ ہوسکے تو ''الم ترکیف سے والناس'' تک کی دس سورتیں (دومرتبہ) پڑھی جاسکتی ہیں، تراویح دو دو رکعت پڑھی جاتی ہیں، اور ہر دو رکعت کے بعد اس قدر توقف کرنا چاہئے کہ جس قدر وقت نماز میں صرف ہوا ہے لیکن مقتدیوں کی رعایت کرتے ہوئے اس سے کم وقت بھی توقف کیا جاسکتا ہے، تراویح کا چھوڑنا اور کاروباری مصرفیات ودیگر مشاغل کی وجہ سے نہ پڑھنا ترک سنت کی وجہ سے باعث گناہ ہے، بالعموم خواتین اس اہم عبادت کی طرف توجہ نہیں کرتیں اور سستی کی وجہ سے ٹال مٹول کرتی ہیں، ایسا ہرگز نہیں کرنا چاہئے بلکہ اس عبادت کی قدر کرتے ہوئے پورے رمضان اہتمام کے ساتھ نماز تراویح ادا کرتے رہنا چاہئے۔

**نماز تراویح کی فضیلت** : رمضان المبارک کی عبادات میں تراویح کو بڑی اہمیت وفضیلت حاصل ہے، یہ ایسی نعمت ہے جو امت محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والتسلیم کو نصیب ہوئی جو قیامت تک کے لیے سرچشمۂ ہدایت کی حیثیت رکھتی ہے؛ کیونکہ قرآن کریم اور تراویح ایک دوسرے کے لیے لازم وملزوم ہیں، اس خاص تعلق ومناسبت کی بناء پر اللہ تعالیٰ نے ہمیں ایک دستور عظیم سے نوازا ہے جو اوروں کو نصیب نہیں ہوا۔

تراویح کی فضیلت واہمیت کے متعلق رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے کہ ''بیشک اللہ تعالیٰ نے تم پر رمضان کے روزے فرض کئے ہیں اور میں نے رمضا

ن شریف کی شب بیداری (تراویح میں تلاوتِ قرآن اوراس کے سننے ) کوتمہارے لیے (بحکم خداوندی ) سنت قرار دیا،(یعنی تراویح کے سنت مؤکدہ ہونے کے سبب وہ بھی ضروری ہے ) (سنن نسائی ۱/ ۲۳۹)اس حدیث سے معلوم ہوا کہ تراویح کی مشروعیت امر نبی ﷺ کے ذریعہ ہے،ایک دوسری حدیث میں رسول اللہ ﷺ نے رمضان المبارک کے قیام اللیل (خواہ تراویح ہو یا تہجد ) کو پچھلے صغائر کی مغفرت کا وسیلہ قرار دیا ہے۔(متفق علیہ )

حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے مروی ہے کہ تراویح وتہجد میں جوقرآن کریم سنا جاتا ہے وہ بندہ کے حق میں سفارش کرتا ہے کہ میں نے اس کو رات کے سونے اورآرام کرنے سے روکے رکھا،لہٰذا اے خداوند! آج آپ اس کے حق میں میری سفارش قبول فرما کراس کے ساتھ بخشش اورعنایت کا معاملہ فرمایئے چنانچہ اس کی سفارش بندہ کے حق میں قبول کی جائے گی اورمغفرت کا فیصلہ فرمادیا جائے گا۔(مشکوٰۃ:۱۷۳) گویا نماز تراویح ایک بیش قیمت عطیۂ خداوندی ہے جومغفرت ونجات کا بہترین ذریعہ ہے۔

**تراویح کی رکعتیں** : نماز تراویح کے مسنون ہونے پر علماء کا اتفاق ہے چنانچہ رسول اللہ ﷺ کا تین دن تراویح کی نماز باجماعت ادا کرنا حدیث صحیح سے ثابت ہے (ترمذی ۱/ ۱۶۶) رہا مسئلہ رکعات تراویح کا تو یہ بھی عمل نبوی ﷺ خلفائے راشدین وصحابہ کے فتاوے اورعمل متواتر سے ثابت ہے،حضرت ابن عباسؓ سے راویت ہے کہ ’’ان رسول اللّٰہ ﷺ کان یصلی فی رمضان عشرین رکعۃ والوتر ‘‘۔(مصنف ابن ابی شیبہ ۲/۳۹۴،بیہقی ۲/ ۴۹۶،ابن عدی ۱/ ۲۴۰) یعنی رسول اللہ ﷺ رمضان میں بیس رکعت (تراویح ) اوروتر پڑھا کرتے تھے،اس حدیث کے متعلق محدثین سے جرحیں منقول ہیں اس لحاظ سے اس حدیث پر ضعف کا حکم لگایا جاسکتا ہے مگر درحقیقت اس حدیث کا اسنادی ضعف یہاں مضر نہیں ہے؛ کیونکہ حضرات محدثین کے یہاں حدیث کے صحیح اورقابل عمل ہونے کے جو بہت سے معیار ہیں،منجملہ ان میں سے یہ بھی ہے کہ جس حدیث کو ’’تلقی بالقبول‘‘ حاصل ہوجائے (یعنی اس کے مطابق لوگوں کا عمل ہو ) تو وہ حدیث صحیح تسلیم کی جاتی ہے خواہ وہ خبر واحد سنداً ضعیف ہی کیوں نہ ہو؛ چنانچہ اسی سلسلہ میں علامہ سیوطیؒ کا بیان ہے ’’یحکم للحدیث بالصحۃ اذاتلقاہ الناس بالقبول وان لم یکن لہ اسنادصحیح ‘‘(تدریب الراوی:۲۴) یعنی جس حدیث کو لوگوں (اہل علم ) نے قبول کرلیا ہوگو اس کی کوئی سند نہ ہو پھر بھی اس حدیث کے صحیح ہونے کا حکم لگایا جائے گا۔

ایک دوسری جگہ اسی مسئلہ کے بارے میں یوں رقمطراز ہیں ’’قدصرح غیر واحد بان من دلیل صحۃ الحدیث قول اھل العلم بہ وان لم یکن لہ اسناد یعتمد علی مثلہ‘‘.

(قواعد فی علوم الحدیث:۶۱) یعنی بہت سے علماء اورمحدثین نے اس بات کی صراحت کی ہے کہ حدیث کے صحیح ہونے کی ایک دلیل یہ بھی ہے کہ اہل علم نے اس کو اختیار کیا اوراسے اپنا مذہب قرار دیا ہو اگرچہ اس کی قابل اعتماد سند نہ ہو،حضرت امام مالکؒ فرماتے ہیں کہ ’’مدینہ میں حدیث کا مشہور ہوجانا کافی ہے اب اس کی سند کی صحت کی ضرورت نہیں‘‘ ان ذکر کردہ دلائل کی روشنی میں یہ بات محقق ہوگئی کہ مذکورہ بالا ’’حدیث ابن عباس‘‘ بیس رکعات تراویح کے سلسلہ میں صحیح اورقابل حجت ہے اورکیوں نہ ہو جب کہ خلفائے راشدین مہدین (حضرت عمر،حضرت عثمان اورحضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین ) کے فتاوے اورمہاجرین وانصار صحابہ کا عمل یعنی اجماع صحابہ اس حدیث کے لئے مؤید ہے،اسی بناء پر قرن اول سے لیکر آج تک امت میں بیس رکعات کا عمل جاری ہے

۔

**آثار صحابہ** : جیسا کہ اوپر ذکر کیا گیا کہ خلفائے راشدین کے فتاوے وآثاراورمہاجرین وانصار کے عمل سے بیس رکعات تراویح ہی کا ثبوت ملتا ہے ،بطور شواہد چند آثار نقل کئے جاتے ہیں۔

(۱) یحییٰ بن سعید نقل فرماتے ہیں کہ حضرت عمرؓ نے ایک شخص کو حکم دیا کہ لوگوں کو بیس رکعات (تراویح کی ) نماز پڑھائیں (مصنف بن ابی شیبہ ۲/۳۹۳)

(۲) حضرت سائب بن یزیدؓ فرماتے ہیں کہ لوگ (صحابۂ کرام وتابعین عظام) حضرت عمرؓ کے دور خلافت میں رمضان المبارک میں بیس رکعتیں تراویح پڑھتے تھے اور عہد عثمانی میں لوگ شدت قیام کی وجہ سے لاٹھیوں کا سہارا لیا کرتے تھے۔ (بیہقی ۲/۴۹۶)

(۳) ابوعبدالرحمٰن سلمیؒ روایت کرتے ہیں کہ حضرت علیؓ نے رمضان میں قاریوں اور حفاظ کی جماعت کو بلایا اور ان میں سے ایک صاحب کو حکم دیا کہ لوگوں کو بیس رکعات نماز (تراویح) پڑھائیں، راوی کہتے ہیں کہ حضرت علیؓ لوگوں کو وتر پڑھاتے تھے۔ (حوالۂ بالا)

(۴) حضرت ابی بن کعبؓ مدینہ منورہ میں لوگوں کو ماہِ رمضان المبارک میں بیس رکعات تراویح اور تین رکعات وتر کی نماز پڑھاتے تھے۔ (منصف بن ابی شیبہ ۲/۳۹۳)

(۵) حضرت سوید بن غفلہؒ رمضان میں پانچ ترویحوں کے ساتھ بیس رکعت پڑھاتے تھے۔ (بیہقی ۲/۴۹۶)

مذکورہ آثار سے صراحت کے ساتھ معلوم ہوگیا کہ صحابۂ کرام کا عمل رمضان المبارک میں بیس رکعات تراویح پڑھنے کا تھا، کیا یہ بات ممکن ہے کہ جن صحابہ کے متعلق خدا اور رسول ﷺ نے جنت کی بشارت دی اور اپنی خوشنودی کا پروانہ عطا کیا اور ساتھ ہی ساتھ دین وایمان کے باب میں ان کا قول وعمل سند ومعیار کا درجہ رکھتا ہو بھلا وہ حضرات کسی بدعت وضلالت پر متفق ہو سکتے ہیں؟ جو حضرات بدعت ایجاد کرنے والے کی فرض ونفل کے عدم قبولیت کے قائل ہوں (بخاری ۲/۱۰۸۴) وہ کسی بدعت کا حکم کیونکر دے سکتے ہیں؟ حاشا وکلا ایسا ہرگز نہیں ہوسکتا اور نہ اس کا تصور کیا جا سکتا ہے بلکہ بیس رکعات تراویح کو بدعت یا فقہا کی اختراع کہنا نہایت جسارت کی بات ہے۔

علماء نے اس امر کی وضاحت فرمائی ہے کہ عہد فاروقی سے لیکر تقریبا تیسری صدی کے وسط تک مکہ، مدینہ، کوفہ، بصرہ، بغداد، خراسان وغیرہ کے علماء اور ائمہ کا عمل تراویح کے باب میں بیس رکعات پر تھا، علاوہ ازیں دیگر مجتہدین بھی تھے جیسے حضرت سفیان ثوری، داؤدی ظاہری، ابن المبارک، نافع بن عمر، ابن ابی ملیکہ، عطاء، سعید بن جبیر، ابوالبختری رحمہم اللہ وغیرہ مگر وہ حضرات بھی بیس رکعات ہی کے قائل تھے، اس سے معلوم ہوا کہ جس طرح صحابۂ کرام بیس رکعات تراویح پر عمل کرتے تھے اسی طرح تابعین، ائمہ اربعہ ودیگر مجتہدین کا بھی بیس رکعت تراویح کا عمل تواتر اور سواد اعظم کے اتفاق سے جاری ہے جس سے انکار کسی قیمت پر درست نہیں ہے۔

**مذاہب ائمہ اربعہ** : امام ترمذیؒ کی تحقیق کے مطابق اکثر سلف صالحین کے نزدیک تراویح کی رکعات بیس ہیں (ترمذی ۱/۱۶۶) چنانچہ امام ابو حنیفہ، امام شافعیؒ، امام احمد رحمہم اللہ کا مذہب بیس رکعات تراویح کا ہے، امام مالکؒ سے مختلف اقوال مروی ہیں، مشہور قول ۳۶ رکعت کا ہے لیکن درحقیقت ان کے نزدیک بھی تراویح بیس رکعت ہی ہے، ۳۶ رکعت کا قول اس وجہ سے مشہور ہے کہ اہل مدینہ طواف نہیں کر سکتے تھے (اور امام مالک مدینہ ہی میں مقیم تھے) اس لیے انہوں نے اپنی نماز میں ایک طواف کی جگہ چار رکعتیں بڑھا دیں، اس طرح ان کی تراویح میں اہل مکہ کے مقابلہ میں سولہ رکعتیں زیادہ ہوگئیں (المغنی لابن قدامہ ۲/۱۶۷) مشہور محدث کبیر حضرت مولانا حبیب الرحمٰن اعظمی اپنے رسالہ ''رکعات تراویح'' میں فرماتے ہیں کہ ''مکہ والے چونکہ ہر چار رکعت پر طواف کرتے اور دوگانہ طواف بھی ادا کرتے تھے جس سے بہت ثواب کما لیتے تھے تو مدینہ والوں نے اپنی کمی اس طرح پوری کی کہ ہر دو ترویحوں کے درمیان انہوں نے چار رکعت کا اضافہ کرلیا اس طرح ان کی رکعتیں ۳۶ ہوگئیں۔ (رکعات تراویح: ۶۰ و ۶۱) اس سے معلوم ہوا کہ امام مالکؒ بھی بیس رکعات کے قائل تھے اس وقت ائمہ اربعہ کے متبعین کا حتی کہ حرمین شریفین میں بھی بیس رکعات تراویح کا معمول ہے اور اس پر کوئی نکیر بھی نہیں کی جاتی گویا تراویح کے باب میں اصح بیس رکعات ہی ہیں۔

**ایک غلط فہمی کا ازالہ** :حضرت امام بخاریؒ نے اپنی جامع صحیح میں ''کتاب التھجد'' کے باب ''قیام النبی ﷺ باللیل فی رمضان وغیرہ'' کے تحت حضرت عائشہؓ کی یہ روایت نقل فرمائی ہے کہ ''حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ نے آپؓ سے آنحضرت ﷺ کی رمضان کی نماز کے متعلق استفسار فرمایا کہ آپ ﷺ کی نماز رمضان میں کیسی ہوتی تھی؟ عائشہؓ نے جواب دیا کہ رسول اللہ ﷺ رمضان اور غیر رمضان (یعنی دیگر مہینوں) میں گیارہ رکعت سے زیادہ نہیں پڑھتے تھے پھر ان رکعتوں میں حضور ﷺ کا معمول کیا تھا؟ اس کو بھی بیان فرمایا کہ آنحضرت ﷺ چار رکعت نماز اس طرح پڑھتے کہ اس کے حسن اور طول کا کیا پوچھنا، پھر اسی طرح چار رکعت پڑھتے تھے اس کا حسن وطول بھی کیا خوب ہوتا (یعنی نہایت لمبی اور خشوع وخضوع کے ساتھ پڑھتے) پھر تین رکعت پڑھتے تھے (جو وتر کی ہوتی تھیں)۔ (بخاری ۱/۱۵۴)

اس حدیث کے صحیح ہونے میں کوئی کلام نہیں، لیکن بعض حضرات نے اس حدیث کی بناء پر آٹھ رکعت تراویح کو مسنون قرار دیا ہے، کہ آپ ﷺ رمضان میں وتر کے علاوہ آٹھ رکعتوں سے زیادہ تراویح نہیں پڑھتے تھے، جب کہ یہ حدیث تراویح کے بارے میں نہیں بلکہ تہجد کے بارے میں ہے جیسا کہ الفاظ حدیث ''فی رمضان وغیرہ'' اور امام بخاریؒ کا عنوان کتاب یعنی ''کتاب التھجد'' اس پر صراحتاً دلالت کرتے ہیں، نیز تراویح اور تہجد دونوں الگ الگ نمازیں ہیں کیونکہ تراویح ابتداء شب میں اور تہجد آخر شب میں پڑھی جاتی ہے، چنانچہ حضرت ابوذرؓ کی روایت میں رمضان کی تیئیسویں، پچیسویں اور ستائیسویں شب میں جو تراویح کی جماعت کا ذکر ہے۔ (ترمذی ۱/۱۶۶) ان تینوں راتوں میں اول شب تراویح پڑھی گئی، نیز آنحضرت ﷺ نے تہجد کی کبھی باقاعدہ جماعت نہیں فرمائی بلکہ عموماً تہجد تنہا ادا فرمائی، البتہ کبھی آپ ﷺ کے ساتھ ایک دو افراد شریک تہجد ہو گئے جیسا کہ حضرت ابن عباسؓ کے اپنی خالہ میمونہؓ کے گھر رات میں قیام فرمانے کے واقعہ سے پتہ چلتا ہے (موطأ امام مالکؒ: ۱۰۳ و ۱۰۴) اس لیے تہجد والی روایت سے تراویح کی آٹھ رکعت قرار دینا غلط فہمی یا عدم نص فہمی پر مبنی ہے، پھر حضرت عائشہؓ کی دوسری روایت میں (فجر کی رکعتوں کو چھوڑ کر) تیرہ رکعتیں پڑھنے کا معمول بھی موجود ہے۔ (مشکوٰۃ: ۱۱۱) اس حدیث سے آپ ﷺ کا دوسرا معمول ثابت ہوتا ہے اسی لیے محدثین نے ان کے درمیان یوں تطبیق دی ہے کہ ''یہ دونوں بیان صحیح ہیں، اور ان کا تعلق مختلف اوقات سے ہے'' **والصواب ان کل شئی ذکرته من ذلک محمول علی اوقا ت متعده واحوال مختلفه** ''(فتح الباری ۳/۱۴)

اس سے معلوم ہوا کہ حدیث اول میں آنحضرت ﷺ کا جو معمول ہے وہ دائمی نہیں بلکہ اکثری ہے اور حدیث ثانی میں جس کا ذکر ہے وہ بعض اوقا ت کا ہے، لہٰذا جب حدیث بخاری میں ہمیشہ کی عادت کا بیان نہیں ہے بلکہ اکثر اوقات کا معمول ہے، تو جس طرح اکثر اوقات کا عمل بعض مخصوص حالات کے عمل کے منافی نہیں ہے اسی طرح آپ ﷺ کا بیس رکعات پڑھنا (جیسا کہ مصنف بن ابی شیبہ کی روایت میں گزرا) مذکورہ حدیث عائشہؓ کے خلاف نہیں ہوسکتا بلکہ دوسری روایات اس کی تائید کرتی ہیں، چنانچہ حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ رمضان میں عبادت کی اس قدر کوشش فرماتے تھے جتنی اور مہینوں میں نہیں فرماتے، دوسری روایت میں ہے کہ جب رمضان کا اخری عشرہ شروع ہوتا تو آپ شب بیداری فرماتے اپنے اہل خانہ کو بھی بید ار کرتے اور تہبند کس لیتے'' (مسلم ۱/۳۷۲)

ان روایات میں جو شدت اجتہاد اور بالخصوص عشرۂ اخیرہ میں احیائے لیل کا بیان ہے وہ لامحالہ تراویح کے لیے ہے جو کہ بیس رکعات تھیں آپ وہ مستقلا ادا فرماتے تھے اور حدیث عائشہؓ ''**ما کان یزید فی رمضا ن وغیرہ**''۔ کا مطلب یہی ہے کہ رمضان اور غیر رمضان میں آپ ﷺ کی نماز تہجد

میں کوئی فرق نہ آتا تھا بلکہ وہ ہمیشہ آٹھ رکعتیں رہتی تھیں۔

اگر بالفرض حدیث عائشہؓ کو تراویح پر محمول کریں تو کئی باتیں خلاف حدیث ہوں گی، مثلا (۱) حدیث عائشہؓ میں چار چار رکعت پڑھنے کا ذکر ہے حالانکہ امت کا کوئی طبقہ تراویح چار رکعت ایک سلام سے نہیں پڑھتا (۲) آنحضرت ﷺ نے پوری زندگی میں ایک مرتبہ بھی چاندرات سے نماز تراویح کی جماعت شروع نہیں فرمائی حالانکہ آج مسلمان چاندرات سے تراویح پڑھتے ہیں (۳) آنحضرت ﷺ نے پورے ماہِ رمضان نماز تراویح باجماعت ادا نہیں فرمائی، حالانکہ آج مکمل ماہِ رمضان تمام مساجد میں نمام تراویح کا باجماعت اہتمام کیا جاتا ہے (۴) آنحضرت ﷺ نے صرف ایک سال آخری عشرہ میں تین دن تراویح کی نماز باجماعت فرمائی تھی حالانکہ آج ہر سال مکمل رمضان تراویح باجماعت ادا کی جاتی ہے (۵) آنحضرت ﷺ نے صرف تین دن مسجد میں باجماعت تراویح ادا فرمائی اور بقیہ ایام گھر میں لیکن اس وقت پورا مہینہ مسجد میں نماز تراویح کا اہتمام کیا جاتا ہے۔

ان تمام امور کا جواب بس یہی ہوسکتا ہے کہ یہ خلفائے راشدین کی سنت ہے کہ انہوں نے تمام امت کو بیس رکعات تراویح باجماعت پر متفق فرمایا اور ہر سال تراویح باجماعت پڑھانے کا حکم صادر فرمایا (مصنف بن ابی شیبہ ۲/۳۹۳) نیز آپ ﷺ نے خلفائے راشدین کی سنت پر عمل کرنے اور اسے مضبوطی سے تھام لینے کا فرمان جاری فرمایا (مسند احمد بحوالہ مشکوٰۃ: ۳۰) بالخصوص ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کی (ترمذی ۲/۲۲۹) کیونکہ خلفائے راشدین او راصحاب رسول ﷺ کی سنت بالواسطہ آپ ﷺ ہی کی پیروی ہے، لہٰذا بیس رکعات تراویح کا انکار اور آٹھ رکعت پر اصرار نہایت جسارت اور خسارہ کی بات ہے۔

**آخری بات**: ام المؤمنین حضرت عائشہؓ جو آپ ﷺ کے حالات کی چشم دید واقف کار تھیں آپؓ کی وفات ۵۷ھ میں ہوئی اور حضرت عمرؓ نے ۱۵ھ میں تراویح کی جماعت شروع فرمائی تھی، اگر بیس رکعات تراویح کا عمل بدعت ہوتا تو بیالیس سال کی طویل مدت میں ایک مرتبہ بھی آپؓ کا آٹھ رکعت والی راویت کو بیس رکعت پڑھنے والوں کے خلاف پیش کرنا ثابت نہیں ہے جب کہ بیالیس سال آپؓ کے حجرہ سے متصل مسجد نبوی ﷺ میں بیس رکعات تراویح کا عمل جاری تھا، اس کا واضح اور بلاغبار مطلب اس کے علاوہ اور کیا ہوسکتا ہے کہ حدیث عائشہؓ کا تعلق تراویح سے نہیں بلکہ تہجد سے ہے جیسا کہ آپؓ نے یہی سمجھا اسی بناء پر کوئی نکیر نہیں فرمائی۔

خلاصہ یہ کہ بیس رکعات تراویح مسنون ہے اور آٹھ رکعت تراویح کی کوئی صریح راویت موجود نہیں ہے، یہی عہد صحابہ سے لیکر فقہاء و محدثین اور سلف صالحین کے دور تک ہمیشہ کا معمول رہا ہے اور آج بھی امت کا اکثر طبقہ اسی پر عمل کرتا ہے، حرمین شریفین میں بھی اب تک بیس رکعات ادا کی جاتی ہیں، اسی لیے اسی میں زیادہ احتیاط اور اتباع سنت کا لحاظ ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔